© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پروفیسر خورشید احمد۔ خرم مراد

---- اہلِ وطن ایک بار پھر بیلٹ بکس کا رخ کر رہے ہیں!

---- آپ ایک بڑا اہم اور تاریخی فیصلہ کرنے جا رہے ہیں۔

---- اور آپ یہ فیصلہ پاکستان اور امتِ مسلمہ کی تاریخ میں ایک بڑے نازک لمحہ پر کر رہے ہیں۔

پاکستان میں صرف آٹھ سال کے قلیل عرصے میں پانچ حکومتیں بن چکی ہیں۔ تین مرتبہ اسمبلیاں منتخب ہو کر ٹوٹ چکی ہیں۔ اس زمانے میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں قیادت کی باگ ڈور رہی آپ ان کو' ان کی کارکردگی کو' ان کے کردار اور دلچسپیوں کو' ان کی اپنے ذاتی مفادات کے لیے دوڑ دھوپ اور ملک و ملت کے مسائل کے بارے میں بے حسی اور بے توجہی کو دیکھ چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں ملکی خزانہ جس طرح لٹا' ان کے سائے میں ظلم اور ناانصافیاں جس طرح پروان چڑھیں' ان کے تعاون یا کمزوری سے بیرونی قوتوں کو جس طرح ملک پر اپنے اثرات قائم کرنے اور اپنی مرضی کی پالیسیاں یہاں مسلط کرانے میں کامیابی ہوئی وہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ کوئی ڈھکا چھپا راز نہیں کہ کس طرح مفاد کی جنگ نے سیاسی بے یقینی اور دستوری بحران پیدا کیے۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ ان آزمائے ہوئے سیاسی بازی گروں سے نجات چاہتے ہیں اور ایک نئی قیادت بروئے کار لانا چاہتے ہیں جو آپ ہی میں سے ہو اور آپ کے تصور اور عزائم کے مطابق پاکستان کی تشکیل و تعمیر کرے یا پھر ملک کو ماضی کی طرح ہر سال دو سال کے بعد سیاسی بحران اور معاشی انتشار کا شکار ہوتا دیکھنے کے لیے تیار ہیں؟

آپ جس عالمی تناظر میں اس انتخاب میں جا رہے ہیں وہ بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمان دنیا کو مغربی اقوام ' اور خصوصیت سے امریکہ ' ایک خیالی خطرے کا ہوّا دکھا کر ' دبانے اور اپنے شکنجہ میں کسنے کے درپے ہیں۔ جہاں بھی مسلمان اپنی آزادی اور نظریاتی تشخص کی حفاظت کے لیے سرگرم ہوں وہیں ان کو ہر طرح سے دبانے اور مغلوب کرنے کی کوششیں تیز تر ہو جاتی ہیں۔ مسلمان ملکوں کو "دہشت پسند" قرار دیا جا رہا ہے جس کا تازہ ترین نشانہ ستم سوڈان ہے۔ فلسطین پر "سیلف رول" کے نام پر من مانا حل مسلط کیا جا رہا ہے اور تمام مسلمان ملکوں پر دباؤ ہے کہ اس معاہدہ ہی کو نہیں بلکہ خود اسرائیل کو بھی تسلیم کرو۔ پاکستان کی امداد تو مدت سے بند ہے 'اب چین اور پاکستان کے خلاف نئی معاشی پابندیاں (sanctions) لگائی گئی ہیں اور اندرونی طور پر ساری معاشی پالیسیوں کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے احکام و شرائط (conditionalities) کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کشمیر میں حق خود ارادیت کی تحریک کو کچلنے والے اور مسلمانوں کی نسل کشی (genoside) کے مرتکب ہندوستان کے لیے تو ساری مراعات ہیں حتیٰ کہ پریسلر قانون سے بھی وہ مستثنیٰ ہے ' مگر پاکستان پر سارا دباؤ ہے کہ وہ کشمیر کے ان مظلوم بھائیوں کے اس حق کی بھی حمایت نہ کرے جسے سیکیورٹی کونسل اور ساری دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ "دہشت پسند ریاست" (Terrorist State) کے اعلانیہ کی تلوار ہمارے سر پر لٹک رہی ہے۔ بوسنیا میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے اور امریکہ اور اقوام متحدہ کی ساری کوشش یہ ہے کہ مظلوم مسلمان برضاورغبت ظالم سربوں کی بالا دستی مان لیں اور اپنے ملک کے حصے بخرے پر آمادہ ہو جائیں ' ورنہ انہیں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ عالمی قوتیں "نئے عالمی نظام" کے نام پر ایک نیا سامراجی نظام قائم کرنے پر تلی ہوئی ہیں اور اس کے لیے ترغیب اور ترہیب کا ہر ذریعہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس سازش کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک میں ایسی قیادتیں بروئے کار لائی جائیں جن کے ہاتھوں مغربی اقوام اپنی پالیسیاں بہ آسانی مسلمانوں پر مسلط کر سکیں اور اس طرح "دام ہم رنگ زمیں" کی حکمتِ عملی پر عمل کر کے ایک بار پھر مسلمانوں کو سیاسی ' معاشی اور تہذیبی غلامی کی زنجیریں ایسے ہاتھوں سے پہنوائی جائیں جو ان کو زیور بنا کر اپنی ہی قوم کو پہنا دیں۔

یہ بڑا نازک لمحہ ہے اور اس موقع پر ذرا سی لغزش بھی ملک و ملت کے مستقبل کو متاثر کر سکتی ہے۔

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دور شد

آج تاریخ کے ایک بڑے نازک لمحے پر آپ اپنے اور اپنی قوم کے مستقبل کا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں۔ آپ کا ووٹ اس بات کو طے کرے گا کہ اس ملک کی زمامِ کار کس کے ہاتھ میں ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گی' کاروبارِ حکومت کون چلائے گا' ملتِ اسلامیہ پاکستان کی قسمت بنانے یا بگاڑنے والی پالیسیاں کون وضع کرے گا اور اس کے بیش قیمت وسائل اس کے عام شہری اور خصوصیت سے محروم انسانوں کی زندگیوں کو خوشحال بنانے کے لیے استعمال ہوں گے یا ماضی کی طرح چند سو خاندانوں کو مزید طاقت ور بنانے' دولت کو انہی کے ہاتھوں میں محصور رکھنے اور ان کے لیے ٹیکسوں کی چوری' بنکوں کے وسائل کی لوٹ مار اور پلاٹوں اور پرمٹوں کی بارش کے لیے۔

گو آنے والے انتخابات کے اس سیاسی پس منظر سے صرفِ نظر مشکل ہے جس میں یہ ملک پر مسلط کیے گئے ہیں اور یہ سوالات مسلسل ذہنوں کو پریشان کیے ہوئے ہیں کہ کس طرح ایک مصنوعی بحران پیدا کیا گیا' کس طرح صدرِ مملکت' وزیرِاعظم اور قائدِ حزبِ اختلاف کی ذاتی انا اور ان کے درمیان اختیارات کے "ھل من مزید" کی دوڑ نے سیاسی عدم استحکام پیدا کیا اور پھر کس طرح ان کی ملی بھگت سے امریکہ سے نئی قیادت ملک پر نازل ہوئی۔ یہ سوالات اور ان سے پیدا ہونے والے خدشات بڑے حقیقی اور بڑے اہم ہیں' لیکن ان کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات اپنی جگہ بڑی اہم اور خوش آئند ہے کہ بالآخر انتخابات ہی کے ذریعے ملک کے باشندوں کو اس امر کے فیصلہ کرنے کا اختیار مل رہا ہے کہ آئندہ ان کے حکمران کون ہوں گے؟ یہ اختیار ان کا بنیادی حق ہے۔ ایک طویل مدت تک مختلف بہانوں سے ان کو اس حق سے محروم رکھا گیا۔ لیکن اب ان کا یہ حق آہستہ آہستہ اتنا راسخ ہو گیا ہے کہ بالآخر فیصلہ کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا پڑ رہا ہے اور انشاء اللہ مستقبل میں کسی کو یہ حق چھیننے کی جرات نہ ہو سکے گی۔ گو مغرب کی "جمہوری طاقتیں" اتنی بے باک ہیں کہ جہاں جمہوری عمل ان کی مرضی کے خلاف کوئی حقیقی عوامی نمائندہ قیادت بروئے کار لاتا ہے جو ایک طرف اپنے دین و ایمان میں پختہ ہو' جس کا کردار بے داغ ہو اور جو دوسری طرف اپنے ملک اور ملتِ اسلامیہ کے مفاد کے بارے میں مضبوط ہو کہ بڑی سے بڑی قوت کے دباؤ کے سامنے ڈٹ جائے تو پھر وہ انتخاب اور جمہوری عمل سب کو بھول جاتے ہیں' جیسا کہ الجزائر میں ہوا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے حالات مختلف ہیں اور انشاء اللہ یہاں انتخابی عمل ہی کے ذریعہ صحیح قیادت ابھر کر قوم کے سامنے آئے گی۔

اس احساس اور یقین کے باوجود اس امر سے انکار مشکل ہے کہ ہمارے انتخابی نظام میں ایسی خرابیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے صحیح قیادت کے ابھرنے میں بڑی دقتیں اور مشکلات حائل ہیں۔ یہاں اکثریت کی تائید کے بغیر بھی عوام کا "نمائندہ" منتخب ہونے کا راستہ پیسہ'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اثرورسوخ' برادری اور گروہی عصبیت کی گرفت' میڈیا کا رول --- یہ ساری باتیں اہم ہیں اور ان کے ساتھ صدیوں کے زوال نے اچھائی اور برائی میں تمیز کی صلاحیت اور ذوق کو بھی متاثر کیا ہے جس کا نوحہ اقبال نے کیا تھا کہ ؂

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

دو صدیوں کی غلامی اور خود آزادی کے بعد مغرب کی تہذیبی یلغار کے نتیجہ میں آبادی کے ایک حصہ کو اسلامی تہذیب و ثقافت کے رشتوں سے کاٹ کر ایک لبرل طرزِ زندگی کا رسیا بنایا گیا ہے اور اثرونفوذ کے سرچشموں پر اپنے ایسے تہذیبی وارث بٹھا دیے ہیں کہ ان کے زیرِاثر ایک عام شہری اپنے ایمان اور ضمیر کے مطابق اپنی رائے کا اظہار نہیں کرپاتا' یہی وجہ ہے کہ جہاں جاگیردار اور سرمایہ دار معیشت کی شہ رگ پر قابض ہوں' چودھری اور تھانیدار عزت و وقار کی دھجیاں اڑانے پر قادر ہوں' جہاں عدل نایاب ہو اور ظلم عام ہو 'امیر' امیر تر اور غریب' غریب تر ہو رہے ہوں' لوگ کارخانوں پر کارخانے بنائے چلے جارہے ہوں اور عام آدمی کی دو وقت کی روٹی چھوٹی سے چھوٹی اور گراں سے گراں تر ہوتی جارہی ہو' جہاں معاشی اصلاح و ترقی کے ہر اقدام کے نتیجہ میں کڑوی گولی "عام شہری" ہی کو نگلنا پڑے اور مزید عیش کے لڈو "مفاد پرست طبقہ" کے حصہ میں آئیں --- گویا جہاں معاشی و معاشرتی آزادی نہ ہو' وہاں جمہوری آزادی کے بطن سے صحیح نتائج پیدا ہونے کی خوش کن امیدیں کیسے وابستہ کی جاسکتی ہیں؟

ماضی قریب میں ہونے والے واقعات ہر جگہ' ہر شخص کی رائے پر دور رس نتائج کے حامل واقعات کے مقابلہ میں زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ آج کیا ہوا ہے' اس سے رائے فوراً متاثر ہوجاتی ہے۔ اس رائے سے کل کیا ہوگا' یہ عموماً نگاہوں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔ حالیہ انتخاب سے پہلے بھی سیاسی سٹیج پر جو ڈرامے رچائے جاتے رہے ہیں' بے شمار ناظرین کے ذہنوں پر انہی کی تصاویر نقش ہیں اور وہ ماضی کی تمام خراشوں اور مستقبل کے تمام یقینی خطرات کو نظرانداز کرکے' انہی تصاویر سے مسحور ہو کر ووٹ دینے کی سوچ رہے ہیں۔

پھر اگر لوگوں کے لیے صحیح رائے قائم کرنا اور اس کا اظہار کرنا ممکن بھی ہو جب بھی یہ شبہ اپنی جگہ وزن رکھتا ہے کہ جن قوتوں نے اپنے مقاصد کے لیے ملک کو ان انتخابات میں مبتلا کیا ہے وہ مشکل ہی سے لوگوں کی مرضی کے مطابق حکومت بننے دیں گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ان انتخابات کے نتیجہ میں ملک کی حکومتی قیادت میں کوئی انقلابی تبدیلی آجائے گی۔ لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس بات کی پوری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امید ہے کہ تحریکِ اسلامی نے اسلامک فرنٹ کی صورت میں جو انتخابی حکمتِ عملی اختیار کی ہے وہ مستقبل میں انقلابی تبدیلی کی بنیاد ضرور رکھ دے گی۔ اپنے قیام کے پہلے ۱۰۰ دن ہی کے عرصہ میں فرنٹ نے تین بڑی سیاسی قوتوں میں سے ایک قوت کا مقام حاصل کرلیا ہے' الحمد للہ علی ذالک۔ یہ وہی مقام ہے جس کے امکانات کو بڑے بڑے تجزیہ نگار قلم زد کرچکے تھے۔ اب وہ بھی اس کا سنجیدگی سے نوٹس لے رہے ہیں۔ آج فرنٹ کے جلو میں ہر حلقے سے لوگ آرہے ہیں۔ اسلام دوست بھی 'غیر جانبدار بھی' خاموش اکثریت سے بھی اور دونوں کیمپوں سے بھی' لوگ فرنٹ کی طرف آرہے ہیں۔ جب فرنٹ قائم ہوا تھا تو لوگ پوچھتے تھے' (بڑے بڑے نام لے کر)' کون آیا؟ اور ہم یہی کہتے تھے کہ ہم کو نام درکار نہیں' ہمیں عوام سے سروکار ہے۔ چنانچہ اب سب نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق فرنٹ میں آرہے ہیں' ان کے نام اخباروں میں تو نہیں چھپ سکتے' لیکن ان کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ممکن ہوا ہے۔

فرنٹ نے جو مقام حاصل کیا ہے' وہ کتنی سیٹوں کی صورت میں کیش ہوسکے گا؟ اس سوال کا جواب تو فی الحال ممکن نہیں۔ ان انتخابات میں اتنے نئے عوامل داخل ہو گئے ہیں کہ ماضی کے تجزیوں اور نتائج کی بنیاد پر کوئی پیش بینی مشکل ہے۔ البتہ ایک بار پھر اس حقیقت کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ چھوٹی یا بڑی برائی سے چپکے رہ کر چند سیٹیں لیتے رہنے کا بالآخر حاصل صفر ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ چند سیٹوں کا نہیں بلکہ ملک کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے ایک حقیقی متبادل قوت کو ابھارنے کا ہے' اور یہی فرنٹ کا اصل ہدف ہے۔ فرنٹ نے قوم کے سامنے اس کے اصل ایشوز کو رکھا ہے اور اس طرح اس نے نہ صرف قوم کو صحیح اہداف سے روشناس کیا ہے بلکہ شخصی سیاست کی گرفت سے نکلنے کا راستہ بھی دکھا دیا ہے۔ دونوں بڑی پارٹیاں ایک دوسرے پر الزام تراشی سے آگے نہیں بڑھ سکی ہیں اور ایک دوسرے کو سمندر میں پھینکنے اور غیر ملکوں کا ٹکٹ دلانے کا منظر قوم کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ جب کہ فرنٹ نے مظلوم اور پسے ہوئے انسانوں کے حقیقی مسائل اور پاکستان کی آزادی اور نظریہ کے تحفظ کو درپیش چیلنجوں کو قوم کے سامنے رکھا ہے 'ان اسباب کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے آج تک قوم کے وسائل مخصوص طبقات کے مفاد کے لیے استعمال ہوتے رہے اور عوام اپنی ہی دولت سے محروم رہے' فرنٹ نے ملک کے ان مظلوم عوام کو ایک امید دلائی ہے اور نئی روشنی دکھائی ہے جو سیاسی عمل ہی سے مایوس ہو چکے تھے۔ پھر سب سے بڑھ کر فرنٹ نے عام انسانوں اور متوسط طبقے کے لوگوں کو یہ حوصلہ دیا ہے کہ وہ انتخاب کے میدان میں اتریں اور روایتی قیادت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور بڑے بڑے لیڈروں کا مقابلہ کریں اور اپنا مستقبل خود اپنے ہاتھوں تعمیر کرنے کا تجربہ کریں۔ اس نے ملک کی سیاسی فضا کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس نے پرانے اندازوں اور ضابطوں کو غیر موثر بنا دیا ہے۔ اس نے تبدیلی کا دروازہ کھول دیا ہے --- اور اب تبدیلی انشاء اللہ آ کر رہے گی۔

فرنٹ کا منشور اور اس کا پروگرام نئے نظامِ زندگی کا ایک واضح اور حقیقت پسندانہ نقشہ پیش کرتا ہے' جو اس بات کا ثبوت ہے کہ فرنٹ نے محض جذباتی نعروں کا سہارا نہیں لیا بلکہ اس کے پروگرام کی پشت پر برسوں کی تحقیق اور علمی اور عملی کاوش کا ذخیرہ موجود ہے۔ اسی طرح فرنٹ نے جو نمائندے قوم کے سامنے پیش کیے ہیں الحمد للہ ان کے دامن بدعنوانیوں کے داغ سے پاک ہیں۔ وہ اپنی صاف ستھری زندگیوں کے ساتھ عوام میں روزوشب گزارنے والے ہیں۔ ان کا تعلق کسی مفاد پرست گروہ 'کسی ظالم طبقہ یا خاندان سے نہیں ۔ وہ عام انسانوں میں سے ہیں۔ ان کی جڑیں متوسط طبقوں میں ہیں اور ان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ' تجربہ کار' پروفیشنلز (Professionals) --- ڈاکٹر' انجینئر' وکیل' علماء' استاد' کاریگر' کسان اور متوسط تاجر شامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قوم کے مسائل سے آگاہ ہیں اور ان کو حل کرنے کا عزم اور تجربہ رکھتے ہیں۔ یہی وہ نئی قیادت ہے جو روایتی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی قیادت سے ملک کو نجات دلا سکتی ہے اور جو ایک بار پھر پوری قوم کو ان مقاصد کے حصول کے لیے تیار کر سکتی ہے جن کے لیے یہ ملک ایک فقید المثال عوامی جدوجہد کے ذریعہ وجود میں آیا تھا۔

پاکستان اسلامی فرنٹ کی دعوت اور اس کی جدوجہد ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ ہماری نگاہ ۶ اور ۹ اکتوبر پر بھی ہے اور اس کے بعد پر بھی۔ یہ فرنٹ محض کوئی موسمی تنظیم نہیں جو انتخاب کے موسم میں وجود میں آئے اور بس! اس کی پشت پر پچاس سال کی نظریاتی اور تنظیمی جدوجہد ہے اور اس کے سامنے ایک حقیقی' اسلامی 'فلاحی اور جمہوری پاکستان کی تعمیر کا معرکہ ہے۔ اس کا میدانِ کار پارلیمنٹ اور اسمبلیاں بھی ہیں اور ان کے باہر بھی ہے۔ یہ پاکستان کے گلی اور کوچوں 'گھروں اور محلوں' مسجدوں اور مدرسوں' بازاروں اور صنعتی اداروں' کھیت اور چوپالوں میں کام کرنے والوں کا فرنٹ ہے۔ اس کی آواز صرف ایوانوں میں ہی نہیں گلی کوچوں میں بھی گونجے گی۔

فرنٹ کی جدوجہد کو ابھی چند مہینے ہی ہوئے ہیں لیکن مخالفین کے یہاں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی ہیں اور اس کے خلاف طرح طرح کے محاذ کھڑے کیے جا رہے ہیں ۔ پٹے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتراضات ایک بار پھر گردش میں آ گئے ہیں۔ چلے ہوئے کارتوسوں سے ایک بار پھر دل بہلائے جا رہے ہیں۔ پرانے کھلاڑی پھر میدان میں لائے جا رہے ہیں۔ ایک طرف تعاون اور تائید کی باتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف جھوٹے الزامات سے بلیک میل کرنے کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ یہ سب اس بوکھلاہٹ کے مظہر ہیں جو فرنٹ کی دعوت کی مقبولیت نے ان کیمپوں میں پیدا کر دی ہے جو اپنے آپ کو سیاست کے اجارہ دار سمجھتے ہیں اور جن کی کوشش رہی ہے کہ اقتدار انہی محدود دائروں میں گردش کرتا رہے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ عبوری وزیراعظم صاحب انتخاب سے پہلے ہی اس تجویز کے داعی بن گئے ہیں کہ نواز شریف کی مسلم لیگ اور بینظیر کی پیپلزپارٹی کی مخلوط حکومت قائم ہو جائے۔ اس تجویز سے جہاں اربابِ اقتدار کی بوکھلاہٹ ظاہر ہے وہیں اس راز سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے (اگر اسے راز سمجھا جائے تو) کہ جو قوتیں موجودہ عبوری حکومت کی پشت پر ہیں --- اور دراصل جناب معین قریشی صاحب کی عبوری حکومت بھی مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، اور سابق صدرِ مملکت کے ایماء پر اور تائید سے قائم ہونے والی ایک مخلوط حکومت ہی ہے--- وہ مستقبل کے لیے کیا کیا نقشے بنا رہی ہیں۔ اگر ان کی پسندیدہ دونوں پارٹیوں میں سے کوئی ایک واضح اکثریت نہ لے سکے، جس کا غالب امکان ہے، تو اسلامی فرنٹ کو فیصلہ کن رول سے محروم رکھنے کے لیے ابھی سے دونوں کی مخلوط حکومت کا تانا بانا بنا جا رہا ہے۔ یہ وہی نسخہ ہے جس پر ترکی میں عمل ہو چکا ہے اور سلیمان ڈیمرل اور بلند ایجوت کی سیکولر پارٹیوں کو ملی سلامت کے مقابلہ میں جمع کیا گیا تھا۔ اس پر اسرائیل میں لیکوڈ اور لیبر عمل کر چکے ہیں۔ یہ خالص امریکی نسخہ ہے اور اچھا ہوا کہ معین قریشی صاحب نے انتخاب سے پہلے ہی منصوبہ کے اس حصہ سے پردہ اٹھا کر اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا کہ بینظیر ہوں یا نواز شریف دونوں ایک ہی امریکی ترکش کے دو تیر ہیں۔

ایک لابی بڑے شدومد سے اس غلط فہمی میں قوم کو مبتلا کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ امریکہ کا اصل گھوڑا پیپلزپارٹی ہے، جب کہ نواز شریف کو اس لیے رخصت کیا گیا کہ وہ امریکہ کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں تھے۔ اس صغریٰ اور کبریٰ کا اصل ہدف یہ ہے کہ دین پسند قوتوں کو طوعاً"وکرہاً" نواز شریف کا، ان کی تمام وعدہ خلافیوں، ناکامیوں اور بے وفائیوں کے باوجود (جن کا سب اعتراف کرتے ہیں) ساتھ دینا چاہیے ورنہ مذہبی ووٹ کے بٹنے کا فائدہ پیپلزپارٹی کو پہنچ جائے گا۔

مغرب کی سیاست کا جن لوگوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں مغربی اقوام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج جو کھیل اسلامی ممالک میں کھیل رہی ہیں' وہ کثیر جہتی حکمتِ عملی ہے۔ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مکمل طور پر سیکولر اور نسبتاً" ہلکے رنگ کے سیکولر دونوں عناصر کو استعمال کر رہے ہیں اور جس قوت کو وہ "بنیاد پرست" (fundamentalist) کہتے ہیں اس کا راستہ روکنے کے لیے ان دونوں عناصر کی بیک وقت پشت پناہی کرتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی نہ کوئی ضرور کامیاب ہو جائے۔ ترکی میں گرسل کے مارشل لاء سے قبل ری پبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی' اس کے بعد کے جمہوری دور میں جسٹس پارٹی (ڈیمرل) اور ری پبلکن پیپلزپارٹی (ایجوت) اور ایورین کے مارشل لاء کے بعد ترگت اوزال کی مدرلینڈپارٹی' ڈیمرل کی جماعت اور انونو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں اور ان کی مخلوط حکومتیں اس حکمتِ عملی کی واضح مثال ہیں۔

محترم میاں نواز شریف نے اقتدار میں آتے ہی محترمہ عابدہ حسین کو دینی سیاسی قوتوں کی شدید مخالفت کے باجود امریکہ میں سفیر مقرر کیا۔ موصوفہ نے وہاں جس حکمتِ عملی پر شدت سے عمل کیا وہ یہ تھی کہ اب پاکستان میں سیاسی اور فوجی دونوں قیادتیں لبرل ہیں' جو امریکہ کی بہترین معاون قوت ہیں۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بارے میں بھی جو موقف محترمہ نے اختیار کیا سب کو معلوم ہے اور شروع میں جناب نواز شریف صاحب نے ان کے بیان کا انکار کیا' لیکن جب اصل بیان کا ٹیپ خود محترمہ کی آواز میں فراہم کر دیا گیا' تو خاموش ہو گئے' لیکن کوئی اقدام نہیں کیا۔ کشکول گدائی توڑنے کا بہت بلند بانگ انداز میں اعلان کیا لیکن ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کا پیکیج وزارتِ خزانہ نے اسی طرح قبول کیا جس طرح پی پی کی حکومت نے کیا تھا۔ بیرونی امداد اسی طرح عملاً حاصل کی اور نواز شریف صاحب کی حکومت کے دور میں ۹۱-۱۹۹۰ سے ۹۳-۱۹۹۲ تک بیرونی قرضوں کی پوزیشن یہ رہی:

سال	قرضے۔ وعدہ	حاصل شدہ قرضہ
۹۱-۱۹۹۰	۲.۵۷۶ بلین ڈالر	۲.۱۵۶ بلین ڈالر
۹۲-۱۹۹۱	۲.۶۸۹ بلین ڈالر	۲.۴۷۱ بلین ڈالر
۹۳-۱۹۹۲	۲.۸۰۵ بلین ڈالر	۲.۳۴۱ بلین ڈالر

(حوالہ پاکستان اکنومک سروے ۹۳-۱۹۹۲ صفحہ ۱۷۵)

اس کے علاوہ وہ پانچ بلین ڈالر کے قرضے ہیں جو وقتی طور پر مبادلہ خارجہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تجارتی بنکوں سے حاصل کیے گئے نیز اس میں وہ رقم بھی شامل ہے جو بیرونی اکاؤنٹس میں بطور Deposit وصول ہوئی اور جو ایک لازمی ادائیگی (Liability) ہے' ملاحظہ ہو ڈاکٹر محبوب الحق کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضمون "A National Debt Strategy" (The News 23 Sep 1993)- ڈاکٹر محبوب الحق جو جناب نواز شریف کے قریبی ساتھی ہیں' اس مضمون میں لکھتے ہیں'

اصل مشکل گزشتہ چند سالوں میں پیدا ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہ قلیل المیعاد واجبات ہیں جن کی مجموعی مالیت پانچ ارب ڈالر ہے۔ اس کا سبب زرمبادلہ کی جمع شدہ رقم اور تجارتی بینک سے حاصل کردہ قلیل المیعاد قرضے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس نے زرمبادلہ کے ذخائر ناکافی ہونے کی وجہ سے ملک کو مالی دیوالیہ پن کی حد تک پہنچا دیا ہے۔

ڈاکٹر محبوب الحق کا یہ سرٹیفکیٹ صرف نواز حکومت کی مالی معاملات میں شدید غیر ذمہ داری ہی پر مہرِ تصدیق ثبت نہیں کرتا بلکہ اوپر کے تمام اعداد و شمار اس عملی تعاون اور مدد کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں جو امریکہ اور مغربی ممالک اس حکومت کو اس پورے عرصے میں دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۹۰-۱۹۸۹ اور ۹۳-۱۹۹۲ کے درمیان بیرونی مقروضیت (Indebtedness) میں نمایاں اضافہ ہوا جو مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے:

مقروضیت کی حالت (Total Debt outstanding)

سال	موصول شدہ	زیرِ وصولی	کل
۹۰-۱۹۸۹	۱۵.۰۹۴ بلین ڈالر	۸.۲۷۹ بلین ڈالر	۲۳.۳۷۳ بلین ڈالر
۹۳-۱۹۹۲	۱۸.۴۲۳ بلین ڈالر	۹.۸۵۰ بلین ڈالر	۲۸.۲۷۳ بلین ڈالر

(حوالہ پاکستان اکونومک سروے ۹۳-۱۹۹۲ صفحہ ۱۷۵)

اگر خارجہ پالیسی پر نظر ڈالیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم نے عملاً اس زمانہ میں امریکہ کے طفیلی کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ گلف کی جنگ میں جو کردار رہا اگر اسے نظرانداز بھی کر دیا جائے تب بھی اس کی کیا توجیہہ ہے کہ صومالیہ میں جہاں امریکہ خالص استعماری مقاصد سے گیا' ہم اس کی فوج کا ہراول دستہ ہیں۔ غضب ہے کہ صومالیہ میں مقیم فوجوں میں سے' جو بظاہر اقوامِ متحدہ لیکن عملاً امریکہ کے حکم کے تحت کام کر رہی ہیں' ۲۴ ممالک کی فوجوں کی اکثریت نے امریکہ کے حکم پر لڑائی اور حملوں میں شرکت سے معذرت کر لی ہے۔ جرمنی نے شروع ہی سے اور اٹلی نے چند دن لڑ کر اپنا یہ حق منوایا ہے' تقریباً تمام عرب اور افریقی ممالک کی فوجیں بھی صرف امدادی کام کی ذمہ دار ہیں لڑائی میں شریک نہیں' لیکن پاکستان کی پانچ ہزار سے زیادہ فوج امریکہ کے مقاصد کی آلۂ کار بنی ہوئی ہے۔ اس پر سینٹ میں شدید گرفت کی گئی لیکن نواز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور آج تک نہیں آئی ہے۔ اسی طرح افغانستان کے معاملہ کو لیجیے۔ معاہدہ پشاور خالص امریکی دباؤ کے تحت اور اس کے اہداف کے حصول کے لیے کرایا گیا اور بالآخر ایک ہی سال میں سب کو تسلیم کرنا پڑا کہ وہ معاہدہ فساد کی جڑ بنا اور افغانوں کو مزید بانٹنے اور لڑانے کا ذریعہ ہوا۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں امریکہ کی دخل اندازی کے آگے جھکا گیا۔ ISI کے سربراہ اور ایک اور جرنیل کی تبدیلی خود امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان کے مطابق ان کی خوشنودی کے حصول کے لیے کی گئی۔ اس سے زیادہ تفصیل دینا ملک کے مفاد میں نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں ایسے ایسے پینترے بدلے گئے اور ایسے ایسے ڈرامے رچائے گئے کہ جب وقت آئے گا اور حقائق قوم کے سامنے آئیں گے تو معلوم ہوگا کہ کشمیر کی آزادی کی قسم کھانے والوں نے وقت آنے پر کس "جرات" کا مظاہرہ کیا اور اس وقت جب مقبوضہ کشمیر میں مسلمان مجاہد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کررہے تھے پاکستان کی قیادت آنکھ مچولی کا کیا کھیل کھیل رہی تھی اور "تھرڈ آپشن" تک کے لیے تیار تھی۔

جہاں تک امریکہ کی خوشنودی کے حصول اور اس کی شرائط پر سرِ تسلیم خم کرنے کا تعلق ہے دونوں بڑی پارٹیاں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتی رہی ہیں اور جو اسلام پسندی کے دعوے دار ہیں ان کے نمائندوں نے تو یہاں تک کہا' اور اس کا دستاویزی ثبوت بھی موجود ہے' کہ ساری خرابی کی جڑ جماعتِ اسلامی ہے!

اب اگر کوئی ہمیں یہ سمجھانے آتا ہے کہ نواز مسلم لیگ کا ساتھ دے کر امریکہ کے عزائم کے آگے بند باندھا جاسکتا ہے تو یا وہ حقائق سے واقف نہیں اور جو geo political کھیل کھیلا جارہا ہے اس کا اسے ادراک نہیں یا پھر وہ نصیحت کے شوق میں صداقت اور حکمت سب سے بے نیاز ہوگیا ہے۔

اس پس منظر میں یہ بات سمجھنا شاید مشکل نہ ہو کہ اگر دونوں میں سے کوئی بھی اکثریت حاصل کرلیتا ہے تو اسے امریکہ کی آشیرباد حاصل ہوگی اور متبادل بھی اس کا ہمنوا ہوگا۔ اگر دونوں میں سے کوئی بھی اس پوزیشن میں نہ ہو تو پھر دونوں کی "مخلوط حکومت" قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس پس منظر میں سہ ماہی نگران حکومت بڑے بڑے مستقل اور طویل المدت اقدامات کر رہی ہے۔ معاشی پیکیج کے بارے میں تو عبوری وزیراعظم نے تین بار اور ان کے وزیرخزانہ اور وزیراطلاعات نے متعدد بار یہ اعلان کیا ہے کہ میاں نواز شریف صاحب اور محترمہ بے نظیر صاحبہ دونوں سے مشورہ ہوا تھا اور دونوں ہی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ سابق وزیر خزانہ سرتاج عزیز صاحب نے بھی بیان دیا ہے کہ موجودہ حکومت بڑی حد تک ہماری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی پالیسیوں پر عمل کر رہی ہے' ورلڈ بینک کے نمائندے بھی کہہ رہے ہیں کہ مارچ ۱۹۹۳ میں نواز حکومت کے وزیر خزانہ نے پیکیج کے بڑے بڑے حصوں پر اتفاق کیا تھا' پھر مئی ۱۹۹۳ میں پی پی کے وزیر خزانہ جناب فاروق لغاری نے اسے قبول کیا اور بالآخر عبوری وزیراعظم معین قریشی صاحب نے اسے جولائی ۱۹۹۳ میں نافذ کیا۔ یہ ہے ان لوگوں کے ہاتھوں پاکستان کی معاشی پالیسی سازی کا رنگ و آہنگ اور یہ ہے ہماری معاشی اور سیاسی آزادی کا حدود اربعہ ؎

تیرے نشتر کی زد شریانِ قیسِ ناتواں تک ہے!

حالیہ انتخابی مہم کے نتیجہ میں اسلامک فرنٹ ایک مضبوط عوامی قوت بن جائے' تب ہی ان سنگین خطرات کے تدارک کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے جو ملک و ملّت کو درپیش ہیں۔ ورنہ اس ملک میں ایک زبردست خلا ہوگا۔ وہ مخلص اور دردمند محبِ دین و وطن عناصر جو آج گوناگوں قسم کے مغالطوں کا شکار ہو کر فرنٹ کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے سے قاصر ہیں' اس کی انتخابی حکمت عملی سے ناراض ہیں' خیر کے بجائے چھوٹی برائی کا ساتھ دینے پر مصر ہیں' کمین گاہوں میں بیٹھ کر اپنوں پر تیر چلانے سے بھی دریغ نہیں کر رہے ہے --- اغلب ہے کہ ان کو وہ منظر بھی دیکھنا پڑے جب چھوٹی اور بڑی برائی مل کر ایک بہت بڑی برائی بن جائیں' اور یہ پردہ بھی چاک ہو جائے کہ کون امریکہ کے ہٹانے سے ہٹا' کس سے امریکہ ناراض ہے' اور کس کو وہ پاکستان میں برسرِاقتدار لانا چاہتا ہے۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (الطارق ۸۶:۹ 'جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی) تو آخرت میں وقوع پذیر ہو گا' لیکن کیا عجب کہ کچھ پردہ اس دنیا میں بھی چاک ہو جائے۔

انتخابات میں حصہ لینے والوں کی خوبیوں اور خامیوں اور ان کے ماضی اور حال سے ووٹر بڑی حد تک واقف ہو گئے ہیں۔ اخبارات میں بھی کھل کر بحثیں ہو رہی ہیں۔ بینکوں کے نادھندگان کی فہرست' انکم ٹیکس چرانے والوں کی فہرست' کوآپریٹوز کے مظلوم ڈیپازیٹرز کی رقوم کو ہضم کرنے والوں اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کی فہرستیں' پلاٹوں اور پرمٹوں کی تقسیم کرنے والوں اور ان کو وصول کرنے والوں کی فہرستیں' بجلی' گیس' پانی اور سرکاری مکانات کی رقوم نہ ادا کرنیوالوں کی فہرستیں --- کس کس فہرست کا ذکر کیا جائے۔ اہلِ سیاست اور اہلِ دولت و ثروت کی جو تصویر قوم کے سامنے آئی ہے' اس نے تو سب کچا چھٹا کھول کر رکھ دیا ہے۔ ایک آئینہ ہے جس میں ہر ایک کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے ۔ آج ووٹر کو اپنے اور اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے وقت سابقہ حکمرانوں اور مستقبل کے دعوے داروں کو دو ہی میزان پر پرکھنا چاہیے --- ایک پالیسی اور دوسرے کردار اور صلاحیت۔

ہم اب ان دونوں ہی پہلوؤں سے چند گزارشات اپنے ہم وطنوں سے کرنا چاہتے ہیں' خصوصیت سے ان تمام بھائیوں اور بہنوں سے جن کے ووٹ سے ملک کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ہے۔

۱۔ آپ جس کو حکومت کرنے کے لیے ووٹ دیتے ہیں' ملک کے سارے وسائل آپ اس کے سپرد کرتے ہیں۔ یہ وسائل آپ کا مال ہیں' ان کو آپ کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ ہونا چاہیے۔ اسلام کی رو سے ان وسائل کی حیثیت مالِ یتیم کی ہے۔ جن کو اپنی گزر بسر کے لیے اس مال کی حاجت نہ ہو' ان کا اس سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ (النساء ۴ : ۶) "یتیم کا جو سرپرست مالدار ہو وہ پرہیز گاری سے کام لے۔" اور جو اس مال کو ناجائز کھاتے ہیں' وہ دراصل اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا

(النساء ۴ : ۱۰)

جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

آج جو لوگ آپ کے خیر خواہ بن کر اور آپ کی ترقی اور فلاح و بہبود کا نعرہ لگا کر آپ کے ووٹ کے طلب گار ہیں' جو دونوں بڑے فریقین سے تعلق رکھتے ہیں' وہ گزشتہ ۱۵ سالوں میں کبھی نہ کبھی' آپ کے پاکستان کے بیش قیمت اموال کے 'اموالِ یتامیٰ کے' امین و نگران رہے ہیں۔ یہ کس طرح آپ کا مال لوٹ کھسوٹ کر کھاتے رہے ہیں' آپ اس سے بخوبی واقف رہے ہیں۔ لیکن اب آپ کے سامنے ان کا اعمال نامہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کس جرات اور بے دردی سے قوم کے وسائل کو لوٹا' ان کو اپنے ذاتی فائدہ کے لیے استعمال کیا۔ مالِ یتیم کو اپنے اور اپنے دوستوں کے لیے حلال کیا اور اصل یتیم بلکتے اور تڑپتے رہے' انہوں نے بیت المال کو بھی نہ چھوڑا' زکوٰۃ فنڈ بھی ان کی دسترس سے نہ بچا' اگر غریبوں کو کچھ دیا بھی تو اس کی تشہیر اس سے زیادہ کی۔ انہوں نے سرکاری خزانہ کو ذاتی عیش و عشرت کے لیے استعمال کیا۔ ان کی شاہ خرچیوں کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اپنے گھروں کی زیبائش 'اپنے اور اپنے عزیزوں کے علاج' اپنے بیرونی سفروں پر درجنوں افراد کی سیر و تفریح' غرض کہاں کہاں انہوں نے قومی خزانے کو لٹایا۔ صرف ایک مثال اس ہوائی جہاز کی ہے جو وزیراعظم صاحب نے عین اس وقت جب ملک سیلاب میں ڈوبا ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا ایک ارب ۳۸ کروڑ روپے کی خطیر رقم خرچ کر کے اپنے سفر کے لیے قومی خزانے سے حاصل کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک خصوصی ہوائی جہاز موجود تھا جس کی زیبائش (renovation) ان سے پہلے محترمہ بے نظیر صاحبہ نے تین کروڑ کی رقم سرکاری خزانہ سے خرچ کر کے کرائی تھی۔ صرف اس ایک جہاز کی رقم سے تین ہزار سکول پاکستان کے ان بچوں اور بچیوں کے لیے کھل سکتے تھے جو تعلیم سے محروم ہیں اور اس سے کم ازکم ۱۵ ہزار افراد کو ان سکولوں میں روزگار میسر آ سکتا تھا۔

کیا آپ ایک بار پھر انہی لوگوں کے ہاتھوں میں اپنے اموال اور اپنی امانتیں دینے کو تیار ہیں؟ وہ اموال جن سے آپ کو روزگار مل سکتا ہے، ٹریکٹر مل سکتے ہیں، کھاد اور بیج مل سکتے ہیں، سڑکیں بن سکتی ہیں، آپ کے گاؤں کے سکولوں پر چھت پڑ سکتی ہے، اور بچوں کے بیٹھنے کے لیے بینچیں خریدی جاسکتی ہیں۔ فیصلہ آپ کا ہے، مقدر بھی آپ کا، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۲ - جو لوگ آپ سے ووٹ کے طلب گار ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں، خصوصیت سے دونوں سابق حکمران پارٹیوں یعنی پیپلزپارٹی اور نواز لیگ سے وابستہ لوگ، جن کی عملی کارکردگی آپ دیکھ چکے ہیں، ان کے وعدوں کو ان کے عمل کی کسوٹی پر پرکھیں۔ پیپلزپارٹی دو بار برسراقتدار رہ چکی ہے۔ ۱۹۷۲ سے ۱۹۷۷ تک اور پھر دسمبر ۱۹۸۸ سے اگست ۱۹۹۰ تک دونوں ادوار کا بے لاگ جائزہ لیجیے۔ انقلابی اصلاحات کے نام پر ملک کا کس بے دردی سے استحصال کیا گیا۔ ۷۷ - ۱۹۷۲ کے دوران قومی دولت (GDP) میں اضافہ ۴.۷ فیصدی ہوا جو گزشتہ دہائی کے اوسط سے کہیں کم ہے، لیکن زراعت میں اضافہ کا اوسط صرف ۱.۲٪ اور بڑی صنعت میں اضافہ کا اوسط صرف ۲.۴۹٪ تھا۔ بیرونی قرضوں کا بار اس زمانہ میں ۳.۷ بلین ڈالر سے بڑھ کر ۶.۳۴ بلین ڈالر ہوا۔ یعنی تقریباً سو فیصدی کا اضافہ۔ اس زمانہ میں افراطِ زر یعنی مہنگائی کا اوسط ۱۷.۷٪ سالانہ رہا - یہ تھا پیپلزپارٹی کا اوّلین دور جس کی خرابیوں اور فساد کی سزا ملک آج تک بھگت رہا ہے۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ کا دورِ حکومت بھی معاشی اور سیاسی ہر دو پہلوؤں سے تباہ کن رہا۔ ملک کی معاشی آزادی کا سودا ورلڈ بینک کے ہاتھوں کردیا گیا۔ بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہوا۔ قومی پیداوار میں اضافہ کی شرح پست رہی یعنی ۴.۸۱٪ (۸۹-۱۹۸۸) اور ۴.۵٪ (۹۰-۱۹۸۹) جبکہ ۹۰-۱۹۸۹ میں ۸۹-۱۹۸۸ کے مقابلہ میں مالیاتی assets میں اضافہ تین گنا ہوا جس کے نتیجہ میں ۹۱-۱۹۹۰ میں افراطِ زر دوگنا ہو گیا یعنی ۶ فیصدی سے بڑھ کر ۱۲.۷ فیصدی۔ اندرونی قرضوں میں ان ۲۰ ماہ میں اضافہ تقریباً ۹۱ ارب روپے کا ہوا یعنی جونیجو صاحب کے دور میں اندرونی قرضوں کا بوجھ ۲۹۰ بلین روپے تھا جو ان ۲۰ ماہ میں بڑھ کر ۳۸۱ بلین ہو گیا۔ بیرونی قرضوں میں بھی تقریباً سوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو ارب ڈالر کا اضافہ ہوا یعنی کل بیرونی قرضہ ۱۳.۹ ارب ڈالر سے بڑھ کر ۱۵.۲ ارب ڈالر پر پہنچ گیا۔ سب سے خطرناک پہلو ملک کی معیشت پر IMF کی گرفت اور معاشی پالیسی کا آئی ایم ایف کی شرائط کے تابع ہو جانا ہے۔

پھر جس بے اصولی اور خود پسندی کا مظاہرہ اس دور میں ہوا وہ تشویش ناک ہے۔ اقتدار سنبھالتے ہی بلا تحقیق مجرموں کی ایک بڑی تعداد کو رہا کردیا گیا۔ سرکاری عہدوں پر استحقاق کے بغیر اور تمام قواعد و ضوابط کو نظرانداز کرکے ہزاروں "جیالوں" کا تقرر عمل میں آیا۔ اسٹیٹ بینک کے گورنر کو اس لیے برطرف کردیا گیا کہ اس نے خلافِ ضابطہ تقرریوں کے بارے میں تساہل سے کام لیا۔ بینکوں کو وزیراعظم کے دفتر ہی نہیں ان کے گھر کے تابع کردیا گیا اور وزیراعظم صاحبہ کے شوہر نے قرضوں کے پورے نظام کی باگیں سنبھال لیں۔ جس بینک نے کچھ بھی چون و چرا کی اس کے سربراہ کو بیک بینی ودوگوش فارغ کردیا گیا اور اس میں ڈی ایم قریشی جیسے بین الاقوامی شہرت کے بینکر تک کو نہ بخشا گیا۔ غرض معیشت کے ہر شعبے میں اس طرح دخل اندازی کی گئی کہ کوئی اصول' کوئی ضابطہ باقی نہ رہا۔ بدعنوانی اور کرپشن نے پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

وزیراعظم صاحبہ کے سیکرٹریٹ کے اخراجات (۸۹ – ۱۹۸۸) ۵.۴ کروڑ روپے سے بڑھ کر (۹۰–۱۹۸۹) ۹ کروڑ ہوگئے۔ اور ان کی ذاتی حفاظت کا عملہ ۷۸۲ افراد پر مشتمل تھا۔ صرف سیکیورٹی پر ڈیڑھ کروڑ روپے سالانہ خرچ ہو رہے تھے۔ وزیراعظم صاحبہ کے گھر پر صرف روز مرہ کے اخراجات ایک لاکھ ۸ ہزار روپے ماہانہ آرہے تھے۔

نواز شریف صاحب نے اس وعدے کے ساتھ ۱۹۹۰ میں اقتدار سنبھالا کہ وہ کشکولِ گدائی توڑ دیں گے اور ملک کو خود کفیل بنا دیں گے۔ ایک تاجر وزیراعظم سے توقع تھی کہ کم از کم معاشی معاملات کو سلجھانے میں دوسروں پر سبقت لے جائے گا۔ لیکن ہوا کیا؟ ملکی پیداوار یعنی GDP میں اضافہ کی رفتار جس کا ہدف ۷ فیصدی سالانہ تھا صرف ۵.۴۲٪ رہی۔ جبکہ ۹۰–۱۹۸۰ کا اوسط اضافہ ۶ فیصدی رہا ہے۔ ۹۳–۱۹۹۲ میں قومی پیداوار میں اضافہ صرف ۳.۰۳ فیصدی تھا جو گزشتہ دس سال میں سب سے کم اضافہ ہے۔

زراعت کی حالت سب سے خراب رہی۔ آخری سال میں زراعت میں پیداوار عملاً ۳.۸۹ فیصدی کم ہوگئی۔ زرعی پالیسی کے تین پیکیج کا کوئی اثر زرعی پیداوار پر نظر نہیں آتا۔ بڑی صنعت کی ترقی کا وزیراعظم کو بہت دعویٰ ہے لیکن حقائق ان دعووں کی تصدیق نہیں کرتے۔ ۹۲–۱۹۹۱ میں صنعتی سیکٹر میں اضافہ ۸.۸۲ فیصدی ہوا تھا جو ۹۳ – ۱۹۹۲ میں صرف ۵.۶۳ فیصدی رہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا۔

۹۳-۱۹۹۲ پاکستان کی حالیہ تاریخ کا وہ سال ہے جس میں گزشتہ دس سال میں پہلی بار فی کس سالانہ آمدنی میں ۱۰ روپے کی کمی واقع ہوئی' ورنہ ماضی میں خواہ اضافہ کم ہو یا زیادہ' ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوا کرتا تھا۔

گندم' تیل' دالیں اور خوردنی تیل کے باب میں ملک برابر درآمدات کا محتاج رہا ہے۔ اور سال گزشتہ میں تو ۲ ملین ٹن گندم درآمد کرنا پڑی۔

بجٹ کا خسارہ اس پورے دور کا سب سے بڑا مسئلہ رہا ہے۔ حکومت کی گرفت خرچوں پر نہایت ڈھیلی رہی اور قرض اور نوٹ چھاپ کر معاشی ترقی اور خوشحالی کا ڈھونگ رچایا گیا۔ ۸۶-۱۹۸۵ میں بجٹ کا خسارہ ۳۹ بلین روپے تھا' جو بے نظیر صاحبہ کے آخری سال (۹۰-۱۹۸۹) میں ۵۶.۵۶ بلین تک پہنچ گیا تھا۔ مگر ۹۳-۱۹۹۲ میں نواز حکومت کی غلط معاشی پالیسیوں کے سبب یہ خسارہ ۹۵ بلین ہو گیا اور ۹۴-۱۹۹۳ کے بجٹ میں ۱۲۵ بلین کا خسارہ متوقع ہے۔ اسی طرح تجارت کا توازن برابر خراب ہوا ہے اور ۱.۵ بلین ڈالر سے بڑھ کر ۳.۳ بلین ڈالر ہو گیا جس کی بڑی وجہ روئی اور چاول کی برآمد میں کمی ہے اور پیلی ٹیکسی سکیم کے لیے مناسب منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے ایک ہی سال میں ۵۰۰ ملین ڈالر کی عام کاروں اور دوسری vehicles کی درآمد کے علاوہ پیلی ٹیکسی پر ۷۵۰ ملین سے ایک بلین ڈالر تک کا اضافہ صرف بشکل مبادلہ خارجہ ہے۔

خود انحصاری کے دعوے داروں کے زمانہ میں بیرونی قرضوں میں اضافہ ہوا ہے اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس پر مستزاد اندرونی قرضوں کا اضافہ ہے جو ۱۹۹۰ میں ۳۸۱ بلین روپے سے بڑھ کر ۹۳-۱۹۹۲ میں ۶۰۱ بلین تک پہنچ گیا ہے۔ یعنی ۳۰ ماہ میں تقریباً ۲۲۰ بلین روپے کا اضافہ!

نئے روزگار کی فراہمی کے بارے میں بھی بڑے دعوے کیے جا رہے ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ صنعت' زراعت' اور دوسرے تمام دائروں میں رونما ہونے والے مواقع روزگار کے مقابلے میں ہر سال اس سے دوگنا افراد قومی لیبرفورس میں داخل ہو رہے ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۰ میں بے روزگاروں کی تعداد ۹ لاکھ تھی جو ۸۶-۱۹۸۵ میں بڑھ کر ۱۰ لاکھ ہو گئی تھی اور اب ۹۳-۱۹۹۲ میں ۲۱ لاکھ ۲۰ ہزار ہے۔ اس میں جزوی بے روزگار شامل نہیں جس کے اضافہ کے بعد ملک میں بے روزگاری کا تناسب ۱۰ سے ۱۵ فیصدی ہو جاتا ہے جو ہولناک ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت نے اس کے منشور تک میں صریح غلط بیانیوں کا سہارا لیا ہے۔ سابق وزیر خزانہ سرتاج عزیز صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ پیلی ٹیکسی سکیم سے ۴ لاکھ افراد کو روزگار ملے گا' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۵۰۰۰ ٹیکسیاں ابھی آئی ہیں جن سے زیادہ سے زیادہ ۵۰ یا ۶۰ ہزار افراد کو روزگار مل سکتا ہے۔ اگر تمام متوقع گاڑیاں یعنی ۹۵۰۰۰ گاڑیاں بھی آ جائیں (جو مشتبہ ہے) تب بھی زیادہ سے زیادہ ایک سوا لاکھ افراد کو روزگار ملے گا جبکہ اس پر ۲۱ ارب روپے سرکاری بینکوں سے خرچ ہوں گے! لیکن ۴ لاکھ افراد کو اس کے ذریعہ روزگار فراہم کرنے کا دعویٰ تو کسی صورت میں صحیح نہیں ہوسکتا۔ نہ معلوم یہ حضرات اتنا کھلا کھلا دھوکہ دینے اور ایسے خیالی اعداد و شمار پیش کرنے کی جسارت کس طرح کرلیتے ہیں؟

اسی طرح موٹر وے کی بڑی دھوم ہے' لیکن اس پر جو خرچ متوقع ہے یعنی ۲۴ بلین روپے جس میں سے ۶۰ فیصد ملکی خزانہ سے '۴۰ فیصد ڈائیوو کے دس سال میں ادا کیے جانے والے قرضے سے (جس پر ۱۰٪ سود ہوگا) صرف ہوگا۔ اور صرف اسلام آباد سے لاہور کی ٹریفک اس سے فیض یاب ہو سکے گی۔ یہاں بھی مسلم لیگ کے منشور میں صریح غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور صفحہ ۱۱ پر کہا گیا ہے کہ "ملک کی پہلی موٹر وے پر کام تقریباً" نصف ہو گیا ہے اور یہ شاہراہ ۱۹۹۵ تک مکمل طور پر زیر استعمال ہو گی"۔ حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ کے مطابق جولائی ۱۹۹۳ تک موٹروے کا صرف ۱۵.۹ فیصد کام مکمل ہونا تھا اور جو رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور سینٹ میں زیرِبحث آئی ہے اس کے مطابق صرف ۵ فیصد کام ہوا ہے' لیکن مسلم لیگ کے منشور کے لکھنے والوں نے ۵ فیصد کو بہ آسانی ۵۰ فیسد بنا دیا اور یہی ان کی حساب دانی اور اعداد و شمار کی شعبدہ گری کا کمال ہے۔ اس کی روشنی میں ان کے اس وعدے کو بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ سالانہ ۱۰ لاکھ نئے روزگار فراہم کریں گے جبکہ ماضی میں اس کا ایک تہائی بھی فراہم نہ کرسکے! یہ ہے دونوں بڑی پارٹیوں کی کارکردگی!

اس ملک کے ہر ووٹر کا حق ہی نہیں فرض ہے کہ ووٹ کے دعوے داروں کی پالیسیوں' ان کی حقیقی کارکردگی' بیرونی سہاروں پر ان کے انحصار اور تعلق اور ان کے نمایاں افراد کے کردار اور قومی امانتوں کے باب میں ان کے دامن کے داغوں کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ کرے۔ معاشی میدان میں ان کی کارکردگی آپ نے دیکھی۔ اب ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ دونوں نے اسلام کا نام ضرور لیا ہے اور ان کے منشوروں میں کئی بار اسلام کا ذکر بھی کیا گیا ہے لیکن دونوں منشوروں میں قرآن پاک اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی قائم کرنے کا ذکر ایک بار بھی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں قرآن و سنت کے ذکر تک سے یکسر خالی ہیں۔ پیپلزپارٹی نے صاف لفظوں میں "لبرل اسلام" کی بات کی ہے اور کہا ہے کہ ہم Cleric نہیں ہیں --- یعنی یہ بھی غور نہیں کیا کہ Cleric تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کی اصطلاح بھی نہیں ہے۔ یہ تو خالص عیسائی اصطلاح ہے۔ اسی طرح قرآن و سنت کی جگہ انہوں نے "اجماع" کا ذکر کیا ہے حالانکہ قرآن و سنت کے بغیر اجماع قطعاً بے معنی اور بلا اصل ہے۔ اجماع شریعت کا ایک بنیادی اصول ہے مگر صرف قرآن و سنت کے بعد اور اس کے تابع۔ اس کے بغیر اس کا تصوّر صرف وہی کر سکتا ہے جو یا اصولِ فقہ سے واقف نہیں' یا وہ شریعت کی اس اصطلاح کو محض دھوکہ دینے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات ہے (یا اصل حقیقت اس بات سے واضح ہوگئی ہے) کہ مسلم لیگ کا دستور بھی قرآن و سنت کے ذکر سے یکسر خالی ہے' حالانکہ I.J.I کے منشور میں قرآن و سنت کو ملک کا بالاترین قانون بنانے کا واضح وعدہ تھا اور جناب نواز شریف صاحب نے رمضان المبارک ۱۹۹۱ میں اپنے اقتدار میں آنے کے چندماہ بعد پارلیمینٹ کے مشترکہ اجلاس میں بڑے زور دار انداز میں وعدہ کیا تھا کہ وہ اس اجلاس میں قرآن و سنت کو ملک کا بالاترین قانون بنانے کا دستوری بل منظور کرا لیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اب تک سب نے دستور کو صحیح معنی میں اسلامی بنانے سے احتراز کیا۔ اب میں اسے اسلامی بناؤں گا اور وہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دستور میں واضح الفاظ میں قرآن و سنت کو ملک کا بالا ترین قانون تسلیم کیا جائے۔ ایک طرف یہ دعوے اور دوسری طرف اب منشور اس ذکر سے بھی خالی ہے!

اگر پیپلزپارٹی نے "اجماع" کا سہارا لیا ہے تو مسلم لیگ نے بھی اپنے منشور میں ایک اور ہی جدت دکھائی ہے۔ قرآن و سنت کی جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم "میثاقِ مدینہ" اور "خطبہ حجتہ الوداع" میں بیان کردہ اصولوں کا اعادہ کرتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے ؟ "خطبہ حجتہ الوداع" میں انسانی حقوق کا واضح اعلان ہے لیکن "میثاق مدینہ" تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودی قبائل کے درمیان ایک معاہدہ تھا جس کے تحت مدینہ کا ابتدائی انتظامی ڈھانچہ طے ہوا تھا۔ اس کے بعد قرآن و سنت میں تفصیل سے زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں احکام آئے اور اسلامی ریاست کا ایک مکمل نقشہ وجود میں آیا۔ یہود سے ان کی وعدہ خلافیوں کی بنا پر جنگیں ہوئیں۔ اور انہیں مدینہ اور خیبر سے نکالا گیا۔ یہ ایک معمہ ہے کہ مسلم لیگ کے منشور میں غالباً تاریخ میں پہلی بار' قرآن و سنت کی واضح اصطلاحات کو چھوڑ کر "میثاقِ مدینہ" کے اصولوں کو رہنمائی کا ماخذ کیوں بنایا گیا ہے ؟ پھر اس معمہ کو اور بھی پیچیدہ وہ اعلان کرتا ہے جو عبوری وزیراعظم جناب معین قریشی نے نیشنل ڈیفنس کالج کو خطاب کرتے ہوئے کیا اور جس میں کہا کہ ہم "میثاقِ مدینہ" سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ اگر ان اعلانات کو پی ایل او' اسرائیلی معاہدہ اور اسرائیل کو تسلیم کرانے کی امریکی مہم کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ان کی زہرناکی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہیں یہ سب کچھ اسرائیل کو تسلیم کرنے اور یہودیوں کے لیے مسلم دنیا کے دروازے کھولنے کی کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کا پیش خیمہ تو نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ ملک کی معیشت کو سود سے پاک کرنے اور قرضوں کی جگہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر معاشی تعلقات اور اداروں کی تشکیل کا مسئلہ کئی سال سے معاشی اور نظریاتی اعتبار سے قومی بحث و گفتگو میں مرکزی موضوع رہا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے بعد اس مسئلہ کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ علما' ماہرینِ معاشیات و بنکاری' ارکانِ پارلیمینٹ اور رائے عامہ کے نمائندے سب ہی یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ اس فیصلہ پر عمل کیا جائے اور اسلامی معاشی کمیشن اور سیلف ریلائنس کمیٹی کی رپورٹوں کی روشنی میں اس کام کا آغاز کردیا جائے۔ لیکن حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل کی راہِ فرار اختیار کی اور ان تمام وعدوں کو پس پشت ڈال دیا جو آئی جے آئی کے منشور میں کیے گئے تھے۔ اب اگر آپ ان دونوں جماعتوں کا منشور دیکھیں تو ان میں آپ کو سُود کے مسئلہ کا ذکر بھی کہیں نظر نہیں آئے گا۔ گویا یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ حالانکہ دستور صاف کہتا ہے کہ سُود کو ختم کیا جائے گا۔ عدالتوں کے فیصلے مطالبہ کررہے ہیں کہ متبادل نظام کی تشکیل بلا تاخیر کرو اور سب سے بڑھ کر خود قرآن کا صاف حکم ہے کہ سُودی نظام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ لیکن ہماری سیاسی قیادت کا حال یہ ہے کہ وہ اس جنگ میں پیش پیش ہے' اور اس سلسلہ میں سیزفائر تک کے لیے تیار نہیں۔

ہم نے اہلِ وطن کے سامنے چند بنیادی سوالات اور ان کے صحیح جواب تلاش کرنے میں ان کی مدد کے لیے کچھ حقائق پیش کیے ہیں۔

ہم پاکستان کے ہر ووٹر سے اپیل کریں گے کہ وطنِ عزیز کی فلاح اس کا فرض ہے۔ ملک ایک بحران سے گزر کر دوسرے بحران کی طرف بڑھ رہا ہے۔ انھی بحرانوں کے گرداب میں ہم آدھا ملک کھو چکے ہیں۔ ماضی کے بحران ہوں یا حال کے بحران' ملک کا دو ٹکڑے ہونا ہو یا حکومت کا عدم استحکام اور انہدام' آج جو بڑی قوتیں آپ سے آپ کا ووٹ مانگ رہی ہیں' جو دراصل پاکستان پر حکومت کرنے کا اختیار ہے' وہی ان کی اصل ذمہ دار رہی ہیں۔ پاکستان اس وقت تک اپنی منزل کی طرف گامزن نہیں ہوسکتا' عام آدمی اس وقت تک ایمان اور کردار' عزت اور روزگار' تعلیم اور علاج جیسی بنیادی نعمتیں حاصل نہیں کرسکتا' جب تک آپ خود کھڑے نہ ہو جائیں گے' اور اپنی قسمت بدلنے کے لیے خود جدّوجہد نہ کریں گے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ۱۳ : ۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں اس نازک فیصلہ کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی سامنے رکھیں کہ

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حٰم سجدہ ۴۱ : ۳۴)

اور نیکی اور بدی یکساں نہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔

سیّد مودودیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں :

پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ یعنی بظاہر تمہارے مخالفین بدی کا کیسا ہی طوفان اٹھا لائے ہوں جس کے مقابلے میں نیکی بالکل عاجز اور بے بس محسوس ہوتی ہو' لیکن بدی بجائے خود اپنے اندر وہ کمزوری رکھتی ہے جو آخرکار اس کا بھٹہ بٹھا دیتی ہے۔ کیونکہ انسان جب تک انسان ہے اس کی فطرت بدی سے نفرت کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بدی کے ساتھی ہی نہیں' خود اس کے علمبردار تک اپنے دلوں میں یہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں' ظالم ہیں' اور اپنی اغراض کے لیے ہٹ دھرمی کر رہے ہیں۔ یہ چیز دوسروں کے دلوں میں ان کا وقار پیدا کرنا تو درکنار انھیں خود اپنی نظروں میں گرا دیتی ہے اور ان کے اپنے دلوں میں ایک چور بیٹھ جاتا ہے جو ہر مخالفانہ اقدام کے وقت ان کے عزم و ہمت پر اندر سے چھاپا مارتا رہتا ہے۔ اس بدی کے مقابلے میں اگر وہی نیکی جو بالکل عاجز' بے بس نظر آتی ہے' مسلسل کام کرتی چلی جائے' تو آخرکار وہ غالب آکر رہتی ہے کیونکہ اوّل تو نیکی میں بجائے خود ہی ایک طاقت ہے جو دلوں کو مسخر کرتی ہے۔ اور آدمی خواہ کتنا ہی بگڑا ہوا ہو' اپنے دل میں اس کی قدر محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر جب نیکی اور بدی آمنے سامنے مصروفِ پیکار ہوں اور کھل کر دونوں کے جوہر پوری طرح نمایاں ہو جائیں' ایسی حالت میں تو ایک مدت کی کشمکش کے بعد کم ہی لوگ ایسے باقی رہ سکتے ہیں جو بدی سے متنفر اور نیکی کے گرویدہ نہ ہو جائیں۔

ہم آپ کو اسی امر پر سوچنے کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ بدی اور نیکی' شر اور خیر' اور خیانت اور امانت کے بالکل نمایاں اور واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر آپ مختلف درجے کی بدیوں میں سے ہی کسی کے انتخاب میں پڑے رہیں گے اور نیکی کا ساتھ دینے کے لیے ایمان اور جرات کے ساتھ اٹھ کھڑے نہ ہوں گے تو پھر یہ ملک اور اس کے سچے چاہنے والے بدی کے گھن چکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Vicious circle) سے کیسے نکل سکیں گے' کہیں تو اس چکر کو توڑ کر خیر کی سربلندی کے لیے آپ کو اٹھنا ہوگا --- کیا اس کا وقت اب بھی نہیں آیا ہے؟ یہ نہ بھولیے کہ اگر آپ نے ایک بدی کی جگہ دوسری بدی ہی کو آگے بڑھایا تو قوم کی قسمت میں تو بدی ہی رہ جائے گی --- نیکی کا راستہ آخر کیسے کھلے گا؟

آخر میں ہم اس ملک کے تمام ووٹروں کے سامنے ووٹ کی شرعی اہمیت اور اس کے استعمال کے بارے میں اس اصولی ہدایت کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں جو مفتی اعظم پاکستان محترم مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنے ایک تاریخی فتوے میں دی تھی۔ ووٹ ڈالنے سے پہلے' ہماری معروضات کے ساتھ ساتھ' ان اصولی ہدایات کو بھی سامنے رکھیں اور پھر اس احساس اور یقین کے ساتھ اپنے ووٹ کے حق کو استعمال کریں کہ آپ ان نتائج کے لیے بھی ذمہ دار ہوں گے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' جو آپ کے ووٹ کے صحیح یا غلط استعمال سے رونما ہوں گے یا جو آپ کی غفلت اور بے توجہی کی بنیاد پر رونما ہوسکتے ہیں:

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام۔ اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام' اس کو محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے' آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی۔ آپ بھی اس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

۲ - اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے' ثواب و عذاب بھی محدود۔ قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے' اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے' اس لیے اس کا ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳ - سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے۔ اس لیے آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

۴ - جو امیدوار نظامِ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے' جو گناہِ کبیرہ ہے۔

۵ - ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کردینا' کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو' کوئی دانش مندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے۔

بحوالہ جواہر الفقہ - جلد دوئم' از مولانا مفتی محمد شفیعؒ

مکتبہ دارالعلوم کراچی' (صفحہ ۳۰۱ - ۳۰۰)

قومی انتخابات کے اس فیصلہ کن لمحہ پر ہم نے پورے خلوص اور دیانت سے اپنی معروضات اپنے اہلِ وطن کے سامنے پیش کی ہیں۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سوچا اور پیش کیا اگر وہ حق ہے تو اے دلوں کے مالک! سارے اہلِ وطن کے دل اس کے لیے کھول دے اور اگر ہم سے کہیں خطا اور لغزش ہوئی ہے تو خود ہم کو بھی اور اس ملک کو بھی اس سے محفوظ رکھ۔ آمین۔

تحریکِ اسلامی کے کارکنوں سے ہماری خصوصی گزارش ہے کہ ان دنوں میں ذکر اور استغفار کا خصوصی اہتمام کریں' اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت طلب کریں۔ ملک کے حالات اور تحریکِ اسلامی کی حکمتِ عملی کو لوگوں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم سب بارگاہِ الٰہی میں پورے عجزوانکساری کے ساتھ التجا کریں کہ وہ اس ملک کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھے' اہلِ وطن کی صحیح رہنمائی فرمائے' ان کے دلوں کو مسخّر فرما دے' بند دروازوں کو کھول دے اور یہ ملک' یہ قوم ---- پوری قوم اس پاک سرزمین کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ایک حقیقی اسلامی' فلاحی اور جمہوری ریاست بنانے میں سرگرم ہوسکے۔ نیز اللہ تعالیٰ اسے وہ قیادت فراہم فرمائے جو اسے ان بحرانوں سے نکال کر اسلام کی شاہراہ پر گامزن کرسکے۔ آمین۔

© rasailojaraid.com